© rasailojaraid.com

زبان کا اصولی و نفسیاتی شعور

از

(جناب دستار احمد صاحب رضوی)

زبان پر ماحول کی تبدیلی، وقت اور موسم کے تغیر و تبدل کے گہرے اثرات پڑتے ہیں عام سماجی زندگی سے چوں کہ فطری طور پر زبان کا رشتہ جڑا ہوتا ہے، اس لئے زبان کی پیدائش میں سب سے بڑا دخل سماجی رجحان اور وقت کے تقاضوں کو ہوتا ہے۔ وقت کے تقاضوں سے متاثر ہو کر ہی، تہذیب و ثقافت زندگی کا نیا لباس پہنتی ہے۔ زبانیں بھی سماج کے مطالبوں اور وقت کے تقاضوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ اور یہ بات غیر صرفی زبانوں میں عام طور پر پائی جاتی ہے۔ کیوں کہ اُن میں موسم کے اثرات قبول کرنے کی بڑی اچھی صلاحیت ہوتی ہے۔ اِس لئے نہیں کہ فصلِ دل بری میں ساقی پیماں شکن بھی بدل جاتا ہے اور سایۂ دار و رسن بھی۔ بلکہ اس لئے بھی کہ جب آئینِ چمن بدلتا ہے تو شاخِ گل بھی اپنا پیرہن تبدیل کر دیتی ہے۔ وقت کے مزاج کو سمجھنا اور اُس کے تقاضوں سے ہم آہنگی پیدا کرنا۔ احساس کی شکست نہیں بلکہ زبان اور کلچر کے تحفظ و بقار کی ضمانت ہے۔ امام الہند نے ایک جگہ شاید؟ وقت کی کچھ ایسی ہی معنوی قدر و قیمت کا احساس دلانے کی کوشش کی ہے۔

"انسان کے افکار و اعمال کی دنیا کا بھی یہی حال ہے۔ یہاں صرف موسم کے درخت ہی نہیں اُگتے۔ موسم کے دماغ بھی اگا کرتے ہیں۔ اور پھر جس طرح یہاں کا ہر فضائی موسم اپنے مزاج کی ایک خاص نوعیت رکھتا ہے۔ اور اسی کے مطابق اُس کی تمام پیداوار ظہور میں آتی رہتی ہے۔ اسی طرح ہر دماغی موسم بھی اپنا ایک خاص معنوی مزاج رکھتا ہے۔ اور ضروری ہے کہ اسی کے مطابق طبیعتیں اور ذہنیتیں ظہور میں آئیں۔" عہ

عہ غبارِ خاطر ص ۱۲۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ظاہر ہے اگر اس معنوی مزاج کا احساس تمام حاصل نہیں کیا۔ تو اس میں وقت کی غلط اندیشی سے زیادہ فرد کے نقصِ ادراک کو دخل ہوگا۔ جو زندگی سوز تو ہے لیکن زندگی ساز نہیں۔ غالب نے شاید آنے والے وقت کے کچھ ایسے ہی معنوی مزاج کو پہچان کر کہا تھا۔ ؎

بقدرِ شوق نہیں ظرفِ تنگنائے غزل کچھ اور چاہیئے وسعت مرے بیاں کے لئے

اب وقت کا "ظرف تنگنائے بیان" یقیناً بقدر شوق نہیں۔ اور زبان و بیان کی وسعتوں کے لئے ایسی پہنائیوں کی ضرورت ہے جو نئی ڈھلتی ہوئی تہذیب کی متحدہ قومی قدروں کے لئے ایک سازگار ماحول پیدا کر سکیں۔ فصلِ گل میں چند کلیوں پر قناعت کر لینا، خود گلچیں کے تنگیٔ داماں کی دلیل ہے، اس کو موسمِ بہار یا باغبان کی تنگ نظرفی سے کیا علاقہ۔ چنانچہ یہ بات بہت حد تک درست ہے کہ اگر ہمیں جمہوریت اور یونیورسل سفرج کے تجربوں کو کامیاب بنانا ہے تو اردو اور ہندی دونوں زبانوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے کی ضرورت ہے۔ میں یہ بات اس لئے نہیں کہہ رہا کہ یہ وقت کی آواز ہے یا ہوا کے رُخ اور دریا کے بہاؤ کو روکنا ظلمتِ فکر و دماغ سے کم نہیں بلکہ اس لئے بھی کہ یہ دونوں زبانیں ایک ہی ماں کی حقیقی بیٹیاں ہیں۔ فارسی اور سنسکرت کے رشتے سے دونوں یافث بن نوح کی اولاد سے منسوب کی جاتی ہیں۔ دونوں شورسینی پراکرت کی اُپ بھرنش بھاشائیں ہیں۔ اور انڈو آرین تہذیب کی آئینہ دار۔ یہی وجہ ہے کہ اردو اور ہندی کے بیشتر الفاظ، اسماء، افعال اور ضمائر ایک دوسرے میں مشترک ہیں۔ خود اردو کے اڑتالیس حروف تہجی میں تیرہ حروف ہندی کے شامل ہیں اور یوں بھی آریائی کلچر کے معتقدات بُنیادی حیثیت سے ایک دوسرے سے میل کھاتے ہیں۔ مسئلہ تناسخ، اجرامِ فلکی سے عقیدت، حیواناتِ بے آزار کے قتل کو گناہ سمجھنا اور عناصر کو دیوتا ماننا یہ اور اس قسم کے دوسرے رجحانات آریائی لغات کے مشترک تہذیبی ورثے ہیں۔ ایران میں یادِ الٰہی میں جو نغمے گائے جاتے تھے۔ ان کو گاتھا کہتے تھے۔ شاید اسی وجہ سے ہندوستان میں ویدانت کے گیتوں کو "گیتا" کہتے ہیں۔ ؎

بہر کیف۔ ہو سکتا ہے اب سے پچاس سال یا ایک صدی بعد یہ مشترکہ انڈو آریائی لسانی تحریک

؎ آبِ حیات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بولی سے مستقل زبان کی شکل اختیار کرلے جو اپنی ظاہری اور باطنی ہیئت وصورت میں جمہوری کلچر، سماجی آداب وروایات، ہندوستان گیر قومی یک جہتی، یک رنگی اور تعلیمی و نُطقی وحدت کا ذریعہ ہوسکے۔ لب ولہجہ میں پھر بھی فرق باقی رہے گا اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ خود عربی میں عدنانی سلسلے کے اصولی قبائل مضر، ربیعہ اور قبائل قحطانی میں بنو طے کے علاوہ خضاعہ، لغتِ یمن اور آلِ حمیر کے لہجے، اہلِ قریش سے مختلف ہیں۔ لیکن پھر بھی قوتِ ناطقہ کی پذیرائی سے آوازوں کی نمائندگی اور آلاتِ نطق کی جسمانی کیفیت اور ساخت وپرداخت میں بہت حد تک جمہوری وحدت پائی جاسکے گی۔

شاید زبان کے مزاج کی اسی نزاکت کے پیشِ نظر، آبِ حیات کا مصنف بھی زبان میں آئندہ ہونے والی تبدیلیوں کے امکان کو نظر انداز نہ کرسکا۔ کیوں کہ غیر صرفی زبان فطرتاً زیادہ مستقل مزاج نہیں ہوتی۔ اور اس پر وقت کے تغیر و تبدل کے اثرات لازمی طور پر پڑتے ہیں۔ چنانچہ مصنف نے لسانیاتی مسائل کی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

نہیں کہہ سکتے کہ اب زبان کیا رنگ بدلے گی۔ ہم بھی جہازِ بے ناخدا ہیں توکل بخدا کر بیٹھتے ہیں۔ زمانہ کے انقلابوں کو رنگِ چمن کی تبدیلی سمجھ کر دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں ؎

قسمت میں جو لکھا تھا سو دیکھا ہے اب تلک　　اور آگے دیکھئے ابھی کیا کیا ہیں دیکھتے ؏

وقت کے معنوی مزاج کو سمجھ کر ثقافتی جہدِ حیات کا رُخ متعین کرنا زندہ اور بیدار قوموں کا شیوہ ہے۔ ہر نئے ماحولِ زندگی کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں اور انہی تقاضوں کی بُنیاد پر تاریخ کے نئے باب کا آغاز ہوتا ہے۔ سماجی نظامِ حیات میں زندگی کی رمق۔ ذیلی اور ضمنی حیثیت سے نمو نہیں پاتی۔ بلکہ بلا واسطہ تعینات کی حدوں میں اپنی جگہ پالینا یا اپنا مقام پیدا کرنا، زندگی کا اہم فرض ہے۔ "وقت کے معنوی مزاج" کے محرکات تعمیری اور تخلیقی صلاحیتوں کے مالک ہوا کرتے ہیں۔ اور وہ تہذیب، ثقافت، کلچر اور بول چال پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ علمارِ لسانیات نے نشوِ زبان کے لئے جن تین تھیوریوں کو پیش کیا ہے۔ اُن میں سے "بو بو تھیوری" کا بنیادی رجحان انھیں محرکات

عہ۔ آبِ حیات۔ ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے وابستہ ہے ۔ اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ " انسان میں مختلف جذبات پیدا ہوتے ہیں اور اُن مختلف جذبات کا اظہار طبعی طور پر مختلف آوازوں کے ذریعہ ہوتا ہے ۔" ان آوازوں کو ذہن اور جذبہ سے گہرا تعلق ہوتا ہے ۔ ذہن اور جذبہ اگر مفلوج ہو تو آوازیں بھی مفلوج ہوتی ہیں ۔ لیکن اگر ذہن بدلا ہوا یا تہذیبی اور ارتقائی ہو تو لب و دہن کی جنبشیں الفاظ کو نئی زندگی، نیا روپ اور نیا مزاج عطا کرتی ہیں ۔ اور یہیں سے ایک نئی تہذیب اور نئی زبان کا نشو و نما شروع ہو جاتا ہے ۔ کیوں کہ بیرونی یا داخلی تاثرات کی مختلف کمیت و کیفیت سے جس قسم کی چوٹ انسانی دماغ پر پڑتی ہے اُس سے اُسی قسم کی آوازوں کا پیدا ہونا لازمی امر ہے، یہی وجہ ہے کہ زبان کی تشکیل میں الہام اور واضعیت سے زیادہ اسبابِ طبعی کو زیادہ دخل ہوتا ہے ۔ اور کسی زبان کا نشو و نما فرد کی حیاتِ منفردہ سے نہیں بلکہ اُس زبان کی تاریخ، نوعِ انسانی کی نوعی زندگی سے منسلک ہوتی ہے ۔ اور اس نوعی زندگی میں صحیح منزل و محمل کا پتہ لگا لینا ہی وقت کے معنوی مزاج سے تعمیری ہم آہنگی پیدا کرنا ہے ۔

نوعی زندگی نے انسان کے اخلاق و عادات، کردار و عمل اور تہذیب و ثقافت ہی کو نہیں بدلا بلکہ بول چال اور زبان پر بھی اثر کیا ہے ۔ چنانچہ لغاتِ سامیہ میں بابلی زبان کی ابتدا اگرچہ ۳۰۰۰ سنہ ق ۔م مانی جاتی ہے ۔ لیکن اکادیوں، سومدیوں (تورانی النسل قومیں) اور عیلامیوں کے تسلط پر بابلی زبان ۔ بیرونی لسانی اثرات سے محفوظ نہ رہ سکی ۔ خود عرب سامیہ کی بابل پر حکومتیں رہیں ۔ جس کی وجہ سے بابلی میں بیشتر الفاظ عربی کے نظر آتے ہیں ۔ اور اسی وجہ سے عربی کو بابلی سے قدیم تسلیم کیا جاتا ہے ۔ لیکن عربی خود جب گھر سے باہر نکلی تو ممالک غیر کی زبانوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی ۔ چنانچہ اندلس کی عربی حجاز کی عربی سے بدرجہا مختلف ہے ۔

اوپر کی پوری بحث سے میرا مقصد یہ ہے کہ بیرونی تسلط، خارجی عوامل اور داخلی تہذیبی تحریکات سے مقامی تہذیب و زبان متاثر ضرور ہوتی ہے ۔ گو رد میں بعض صالح قدریں بھی خس و خاشاک میں دب کے رہ جاتی ہیں ۔ لیکن بعد میں پھر ایک ایسا وقت بھی آتا ہے جب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقت کا "معنوی مزاج" اُن کو اُبھرنے کا موقع دیتا ہے۔ ژند کی زبان، جاماسپ، گشتاسپ اور اسفندیار کی سرپرستی میں مدتوں زینتِ خلوت و انجمن بنی رہی۔ لیکن جب سکندر نے ایران پر حملہ کیا تو ایران کا ہزاروں برس کا نشانِ حکومت خاک میں مل گیا۔ ژند کی کتاب مقدسہ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر فنا کے گھاٹ اُتارا گیا۔ اور ژند کی زبان جو اصل فارسی تھی غیر ملکی اثرات سے مفلوج ہو کر رہ گئی۔ لیکن پھر جب ساسانیوں نے ۲۰۶ء میں ملک کو حاصل کیا تو دوبارہ زبان اور تہذیب کا قدیمی اقبال بلند ہوا۔ اور اہلِ ایران کو پرانی روایات اور دینی عظمتِ پارینہ کے نقوش کو پھر سے اُجاگر کرنے کا موقع ملا۔ آج سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے مگدھ دیس سے بودھ کی تعلیمات کا پرچار ماگدھی زبان میں کیا گیا۔ عوام و خواص پر نئے مذہب کی الوہیت، خلوص اور صداقت کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ پالی نے بولی سے مستقل ایک زبان کی شکل اختیار کرلی۔ لوگ ماگدھی زبان کو دیوبانی ماننے لگے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں یہ زبان علوم و فنون کا خزینہ بن گئی۔ برہمنوں کی ذہنی، عملی اور تعلیمی شکست سے سنسکرت دب کے رہ گئی۔ لیکن اس سے تقریباً پندرہ سو برس بعد شنکر آچاریہ کے دم سے برہمنوں کا ستارۂ عروج پھر طلوع ہوا اور سنسکرت کا دوبارہ احیا ر کیا گیا ——— وہ بھی وقت کے "معنوی مزاج" کا تقاضا تھا اور یہ بھی وقت کا نفسیاتی تلازمہ۔

وحی الٰہی

تالیف مولانا سعید احمد صاحب ایم اے۔ رفیق ندوۃ المصنفین

وحی اور اس سے متعلقہ مباحث پر محققانہ کتاب جس میں اس مسئلہ کے ایک ایک پہلو پر ایسے دلپذیر و دلکش انداز میں بحث کی گئی ہے کہ وحی اور اس کی صداقت کا نقشہ آنکھوں کو روشن کرتا ہوا دل میں سما جاتا ہے اور حقیقتِ وحی سے متعلق تمام خلشیں صاف ہو جاتی ہیں۔ کاغذ نہایت اعلیٰ کتابت نفیس ستاروں کی طرح چمکتی ہوئی، طباعت عمدہ صفحات ۲۰۰ قیمت للعہ، مجلد للعہ،

© rasailojaraid.com